Surah Nisa 110-121

Mareful Quran:

110: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

چھٹی آیت (یعنی نمبر ۱۱۰) میں قرآن کریم کے عام اسلوب حکیمانہ کے مطابق مجرموں گنہگاروں کو ناامیدی سے بچانے کے لیے فرمایا گیا کہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا، جب گناہ گار اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غفور ورحیم پاتا ہے اس میں ان لوگوں کو جن سے یہ گناہ سرزد ہوا تھا اس کی ترغیب ہے کہ اب بھی باز آجائیں اور دل سے توبہ کرلیں تو کچھ نہیں بگڑا، اللہ تعالیٰ سب معاف فرمائیں گے۔

111: وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

ساتویں آیت (یعنی ۱۱۱) میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ اگر یہ لوگ اب بھی تائب نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول یا مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑتا، اس کا وبال خود اسی شخص پر ہے۔

112: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

آٹھویں آیت (یعنی ۱۱۲) میں ایک عام ضابطہ کی صورت ارشاد فرمایا کہ جو شخص خود کو کوئی جرم کرے اور پھر یہ جرم کسی بے قصور انسان کے ذمہ لگائے (جیسا کہ اس واقعہ میں بنو ابیرق نے چوری خود کی اور الزام حضرت لبید یا یہودی پر لگا دیا) تو اس نے بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لاد لیا۔

اپنے گناہ کا الزام دوسرے پر لگانا دوگنے عذاب کا سبب ہے:۔ اور آیت نمبر ۱۱۲ یعنی ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ الخ سے معلوم ہوا کہ وہ شخص گناہ خود کرے اور اس کا الزام دوسرے بے گناہ آدمی پر لگا دے، تو اس نے اپنے گناہ کو دوگنا اور نہایت سخت کر دیا اور عذاب شدید کا مستحق ہو گیا، ایک تو خود اصل گناہ کا عذاب، دوسرے افتراء اور بہتان کا شدید عذاب۔

113: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

نویں آیت (یعنی نمبر ۱۱۳) میں جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت آپ کے ساتھ نہ ہوئی جس نے بذریعہ وحی آپ کو واقعہ کی حقیقت بتلادی تو یہ لوگ آپ کو غلطی میں مبتلا کر دیتے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت آپ کے ساتھ ہے، اس لیے وہ ہر گز آپ کو غلطی میں نہیں ڈال سکتے، بلکہ خود ہی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں اور آپ کو یہ ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور دانشمندی کی باتیں نازل فرمائی ہیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے۔

قرآن و سنت کی حقیقت :۔

آیت نمبر ۱۱۳ یعنی وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم الخ میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بھی داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حکمت جو نام ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت اور تعلیمات کا یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں، اسی لیے داخل قرآن نہیں اور معانی اس کے اور قرآن کے دونوں اللہ کی جانب سے ہیں اس لیے دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس سے اس کلام کی حقیقت معلوم ہو گئی جو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) اور غیر متلو (جو تلاوت نہیں کی جاتی) وحی متلو قرآن کا نام ہے جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی جانب سے ہیں اور غیر متلو حدیث رسول کا نام ہے جن کے الفاظ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہیں اور معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا علم ساری مخلوقات سے زائد ہے :۔ دوسرا مسئلہ علمک مالم تکن تعلم الخ سے یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کے برابر تمام کائنات کا علم محیط نہ تھا، جیسے بعض جاہل کہتے ہیں بلکہ جتنا علم حق تعالیٰ عطا فرماتے وہ مل جاتا تھا ہاں اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو علم عطا ہوا وہ ساری مخلوقات کے علم سے زائد ہے۔

114: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

خلاصہ تفسیر

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب و برکت) نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خیر) خیرات کی یا اور کسی نیک کام کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کے لیے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں، یا خود ہی صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں، کیونکہ بعض اوقات خفیہ ہی کہنا مصلحت ہوتا ہے، ان کے مشوروں میں البتہ خیر یعنی ثواب اور برکت ہے) اور جو شخص یہ کام کرے گا (یعنی ان اعمال کی ترغیب دے گا) حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے واسطے (نہ کہ جاہ و شہرت کی غرض سے) سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطاء فرمائیں گے اور جو شخص رسول (مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ حق کام ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا (دینی) راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہو لیا (جیسا بشیر مرتد ہو گیا حالانکہ اسلام کا حق ہونا اور نیز اس خاص واقعہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلہ کا خود اس کی نظر میں حق ہونا معلوم تھا، پھر بھی اسے بدبختی نے گھیرا) تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت میں) اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔

معارف و مسائل

باہمی مشروں اور مجلسوں کے آداب:۔

ارشاد ہے لاخیر فی کثیر من نجوہم یعنی لوگوں کے باہمی مشورے اور تدبیریں جو آخرت کی فکر اور انجام پر غور سے آزاد ہو کر محض چند روزہ دنیوی اور وقتی منافع کے لیے ہوا کرتے ہیں ان میں کوئی خیر نہیں۔

آگے ارشاد فرمایا الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس یعنی ان مشوروں اور سرگوشیوں میں اگر خیر کی کوئی چیز ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو صدقہ خیرات کی ترغیب دے، یا نیکی کا حکم کرے، یا لوگوں کے آپس میں صلح کرانے کا مشورہ دے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان کا ہر کلام اس کے لیے مضر ہی ہے، بجز اس کے کہ کلام میں اللہ کا ذکر ہو یا امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ہو۔

معروف کے معنی ہیں ہر وہ کام جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور جس کو اہل شرع پہچانتے ہوں اور اس کے مقابل منکر ہے، یعنی ہر وہ کام جو شریعت میں ناپسندیدہ اور اہل شرع میں اوپرا اجنبی ہو۔

امر بالمعروف، ہر نیکی کے حکم اور ترغیب کو شامل ہے، جس میں مظلوم کی امداد کرنا، حاجتمندوں کو قرض دینا، گم شدہ کو راستہ بتادینا وغیرہ سب نیک کام داخل ہیں اور صدقہ اور اصلاح بین الناس بھی اگرچہ اس میں داخل ہے، لیکن ان کو تخصیص کے ساتھ علیحدہ اس لیے بیان کیا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا نفع متعدی ہے اور ان سے ملت کی اجتماعی زندگی سدھرتی ہے۔

نیز یہ دونوں کام خدمت خلق کے اہم ابواب پر حاوی ہیں، ایک جلب منفعت یعنی خلق اللہ کو نفع پہنچانا، دوسرے دفع مضرت یعنی لوگوں کو تکلیف اور رنج سے بچانا، صدقہ نفع رسانی کا اہم عنوان ہے، اور اصلاح بین الناس خلق اللہ کے مضرت اور نقصان سے بچانے کا اہم عنوان ہے، اس لیے جمہور علماء تفسیر کا قول ہے کہ اس جگہ صدقہ عام ہے جس میں زکوۃ، صدقات واجبہ بھی داخل ہیں اور نفلی صدقات بھی اور ہر نفع جو کسی کو پہنچایا جائے۔

صلح کرانے کی فضیلت :۔

لوگوں کی باہمی رنجشیں دور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت و موافقت پیدا کرنے کے متعلق رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشادات نہایت اہم ہیں، آپ نے فرمایا :

" کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتلاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ میں سب سے افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے، آپ نے فرمایا کہ وہ کام اصلاح ذات البین ہے، یعنی دو شخصوں کے درمیان کوئی رنجش پیدا ہو جائے تو اس کو دور کر کے آپس میں صلح کرانا اور فساد کو ختم کرنا۔ "

نیز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ : فساد ذات البین ھی الحالقہ " یعنی لوگوں کے آپس میں جھگڑا فساد مونڈ دینے والی چیز ہے۔ " پھر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ " یہ جھگڑا سر کو نہیں مونڈتا، بلکہ انسان کے دین کو مونڈ ڈالتا ہے۔ "

آیت کے آخر میں ایک اور اہم مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ نیکیاں صدقہ اور امر بالمعروف اور اصلاح بین الناس اسی وقت معتبر اور مقبول ہو سکتی ہیں، جبکہ ان کو اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے کیا جائے، اس میں کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو۔

115: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

: اجماع امت حجت ہے

و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی الخ (آیت نمبر ۱۱۵) اس آیت میں دو چیزوں کا جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے ایک مخالفت رسول اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفت رسول کفر اور وبال عظیم ہے، دوسرے جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے، یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے جیسا کہ آپ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: ید اللہ علی الجماعۃ من شد شد فی النار: "یعنی جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہوگا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔"

حضرت امام شافعی سے کسی نے سوال کیا کہ کیا اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن کو معمول بنایا، ہر روز دن میں تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ پورا قرآن ختم کرتے تھے بالآخر یہی مذکورہ آیت ذہن میں آئی اور اس کو علماء کے سامنے بیان کیا تو سب نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجیت پر یہ دلیل کافی ہے۔

116-121: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ○ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ○ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ○

خلاصہ تفسیر

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دے کر بھی) نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے (بلکہ سزائے ابدی میں مبتلا رکھیں گے) اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ) جس کے لیے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دیں گے (البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جائے تو پھر مشرک ہی نہ رہا اب وہ سزائے دائمی بھی نہ رہی گی) اور (وجہ اس شرک کے نہ بخشنے کی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھراتا ہے وہ (امر حق سے) بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا (وہ امر حق توحید ہی جو عقلاً بھی واجب ہے اور کارساز کی تعظیم اس کے حقوق میں سے ہے، پس مشرک نے حضرت صانع کارساز کی اہانت کی، اس لیے ایسی سزا کا مستحق ہوگا، بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ وہ گمراہی تو ہے مگر توحید کے خلاف اور اس سے بعید نہیں، اس لیے قابل مغفرت قرار دیا یا اور شرک کی طرح دوسری قسم کے کفر بھی نا قابل معافی ہونے میں شریک ہیں، کیونکہ اس میں بھی انکار ہوتا ہے، صانع کی کسی بتلائی ہوئی بات کا پس وہ اس کی صفت صدق کا انکار کرتا ہے اور بعض کافر خود ذات باری تعالیٰ ہی کے منکر ہیں، بعض کسی صفت کے منکر ہیں اور بعض صفت اور ذات دونوں کے منکر ہیں اور ان میں سے جس کا بھی انکار ہو وہ توحید کا انکار اور اس سے بعد ہے، پس کفر و شرک دونوں قابل معافی نہیں ہیں، آگے مشرکین کی بیوقوفی ان کے مذہبی طریقے میں بیان کرتے ہیں کہ) یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر (ایک تو) صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور (ایک) صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ (خدا تعالیٰ کے) حکم سے باہر ہے (اور) جس کو (اس بے حکمی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت (خاصہ) سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے (جس وقت کہ رحمت خاصہ سے دور اور ملعون ہونے لگا) یوں کہا تھا (جس سے اس کی عداوت صاف ظاہر معلوم ہو رہی تھی) کہ میں (پوری کوشش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ) ضرر تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوگوں اور (اس حصہ کی تفصیل یہ ہے کہ) میں ان کو (عقائد میں) گمراہ کروں گا اور میں ان کو (خیالات میں) ہوسیں دلاؤں گا (جس سے گناہ کی طرف میلان ہو اور ان کی مضرت نظر میں نہ رہے) اور میں ان کو (برے اعمال کرنے کی) تعلیم دوں گا جس سے وہ (بتوں کے نام پر) چوپاؤں کے کانوں کو تراشا وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے (اور یہ اعمال فسقیہ میں سے ہے جیسے ڈاڑھی منڈانا بدن گدوانا وغیرہ) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو

چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنادے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اور شیطان کی اطاعت کرے، وہ (شخص) صریح نقصان (وزیان) میں واقع ہوگا (وہ زیان جہنم میں جانا ہے) شیطان ان لوگوں سے (عقائد کے متعلق جھوٹے) وعدے کیا کرتا ہے (کہ تم بے فکر رہو نہ کہیں حساب ہے نہ کتاب ہے) اور (خیالات میں) ان کو ہوسیں دلاتا ہے (کہ اس گناہ میں ایسی لذت ہے اس حرام ذریعہ میں ایسی آمدنی ہے اور اعمال شیطانیہ کا وجود اور لغویت اور مضرت خود ظاہر ہے) اور شیطان ان سے صرف جھوٹے (فریب آمیز) وعدے کرتا ہے (کیونکہ واقع میں حساب وکتاب حق ہے اور اس کی ہوسوں کا فریب ہونا تو بہت جلدی کھل جاتا ہے) ایسے لوگوں کا (جو کہ شیطان کی راہ پر چلتے ہیں) ٹھکانا جہنم ہے (اور وہ (خسران مبین یہی ہے) اور اس (جہنم) سے ہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے (کہ وہاں جا کر پناہ لیں۔

معارف ومسائل

ربط آیات :۔

اوپر ذکر جہاد میں گو سب مخالفین اسلام داخل ہیں، لیکن بیان احوال میں اب تک یہود اور منافقین کے احوال کا بیان ہوا تھا، اور مخالفین میں ایک جماعت بلکہ اوروں سے بڑی مشرکین کی تھی، آگے کچھ ان کے عقائد کی حالت اور طریقہ مذمت اور اس کی سزا کا مذکور ہے، اور اس مقام پر یہ اس لیے اور زیادہ مناسب ہوگیا کہ اوپر جس سارق کا قضیہ ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ سارق مرتد تھا، پس اس سے اس کی دائمی سزا کا حال معلوم ہوگیا (بیان القرآن)

پہلی آیت یعنی ان اللہ لایغفران یشرک بہ ویغفرمادون ذلک لمن یشآء شروع میں سورۃ نساء (آیت نمبر ۸۴) میں انہی الفاظ کے ساتھ آچکی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں خاتمہ آیت پر ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما آیا ہے اور یہاں ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلًا بعیداًوجہ فرق کی ائمۃ تفسیر کی تصریحات کے مطابق یہ ہے کہ پہلی آیت کے مخاطب براہ راست یہود اہل کتاب تھے، جن کو بذریعہ توراۃ توحید کا حق ہونا اور شرک کا باطل ہونا اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نبی برحق ہونا سب کچھ معلوم تھا، اس کے باجود وہ شرک میں مبتلا ہوگئے تو گویا اپنے عمل سے انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ توراۃ کی یہی تعلیم ہے جو سراسر افتراء اور بہتان ہے، اس لیے اس آیت کے آخر میں فقد افتری اثما عظیما ارشاد ہوا اور دوسری آیت کے مخاطب براہ راست مشرکین مکہ تھے، جن کے پاس اس سے پہلے نہ کوئی کتاب تھی نہ پیغمبر، مگر توحید کے عقلی دلائل بالکل واضح تھے اور اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے پتھروں کو اپنا معبود بنالینا ادنی عقل والے کے لیے بھی لغو وباطل اور گمراہی تھا، اس لیے یہاں ارشاد ہوا فقد ضل ضلًا بعیداً

شرک اور کفر کی سزا کا دائمی ہونا :۔ یہاں بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ سزا بقدر عمل ہونی چاہیے، مشرک اور کافر نے جو جرم کفر اور شرک کا کیا ہے، وہ محدود مدت عمر کے اندر کیا ہے تو اس کی سزا غیر محدود اور دائمی کیوں ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ کفر وشرک کرنے والا چونکہ اس کا جرم

ہی نہیں سمجھتا بلکہ نیکی سمجھتا ہے، اس لیے اس کا عزم و قصد یہی ہوتا ہے کہ ہمیشہ اسی حال پر قائم رہے گا اور جب مرتے دم تک وہ اسی پر قائم رہا تو اپنے اختیار کی حد تک اس نے جرم دائمی کر لیا اس لیے سزا بھی دائمی ہوئی۔

ظلم کی تین قسمیں :۔ ظلم کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہر گز نہ بخشیں گے، دوسری قسم وہ ہے جس کی مغفرت ہو سکے گی اور تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ لیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

پہلی قسم کا ظلم شرک ہے، دوسری قسم کا ظلم حقوق اللہ میں کوتاہی ہے اور تیسری قسم کا ظلم حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے (ابن کثیر بحوالہ مسند بزار)

شرک کی حقیقت :۔

شرک کی حقیقت، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو عبادت یا محبت و تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا ہے، قرآن کریم نے مشرکین کے اس قول کو جو وہ جہنم میں پہنچ کر کہیں گے، نقل کیا ہے :

" یعنی قسم خدا کی ہم کھلی گمراہی میں تھے جب کہ ہم نے تم کو اللہ رب العالمین کے برابر قرار دے دیا تھا۔ "

ظاہر ہے کہ مشرکین کا بھی یہ عقیدہ تو نہ تھا کہ ہمارے گھڑے ہوئے پتھر اس جہان کے خالق اور مالک ہیں، بلکہ انھوں نے دوسری غلط فہمیوں کی بناء پر ان کو عبادت میں یا محبت و تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے رکھا تھا، یہی وہ شرک تھا جس نے ان کو جہنم میں پہنچا دیا (فتح الملہم) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات خالق، رازق، قادر مطلق، عالم الغیب والشہادۃ وغیرہ میں کسی مخلوق کو اللہ کے برابر سمجھنا شرک ہے۔